12 اکتوبر 1999: جمہوریت اور پیسا آنی جانی شے ہے

تحریر: سہیل احمد لون

کسی بھی انسان کا جنم دن اس کے گھر والوں اور اسکی اپنی ذات کے لیے بڑا اہم ہوتا ہے۔اپنے دوست احباب، رشتہ دار اور تمام گھر والوں کا جنم دن یاد رکھنا ناممکن حد تک مشکل کام ہے۔ برطانیہ، یورپ، امریکہ، کینیڈا سمیت دیگر ترقی یافتہ مما لک میں جنم دن منانے کا رواج بھی بہت عام ہے۔ معاشی بحران اور دہشت گردی نے ہمارا حال اتنا ابتر کر دیا ہے کہ ہم عید منانا تو در کنار عید کی نماز پڑھتے ہوئے بھی خوف کا شکار رہتے ہیں۔ اسلامی جمہوریہ پاکستان میں عید گاہوں کے باہر سیکورٹی فورسز کی موجودگی اس بات کی واضح علامت ہے۔ میرے بھانجے حسام میر کا جنم دن 12 اکتوبر 1999ء ہے۔ اس وقت میں جرمنی میں مقیم تھا، ٹی وی پر پاکستان کے حوالے سے بیرونی چینل پر اچھی خبر کبھی بریکنگ نیوز نہیں بنی۔ جنرل مشرف ''پاکستان کی سالمیت کی خاطر'' جمہوریت کا تختہ الٹ کر خود تخت نشین ہو گئے...... یہ خبر غیر ملکی ٹیوی چینل پر بریکنگ نیوز کے طور پر نشر کی جارہی تھی کہ فون کی گھنٹی بجی۔ اس وقت پاکستان سے فون آنے کا رواج کم تھا، پاکستان سے فون آنے کا مطلب کوئی بڑی اطلاع ہی ہوتا تھا۔ دھڑکتے دل سے فون اٹھایا تو معلوم پڑا کہ چھوٹی ہمشیرہ کے گھر بیٹا پیدا ہوا ہے۔ میرے بہنوئی تنویر میر ان دنوں اسلام آباد میں نوکری کرتے تھے، اپنے بیٹے کے پہلے دیدار کے لیے اسلام آباد سے لاہور تک کا انکے لیے سفر انگریزی والا (suffer) ثابت ہوا۔ کیونکہ بوٹوں والے اقتدار پر مخصوص طریقے سے قبضہ کرنے میں مصروف تھے جس کی وجہ سے ذرائع آمد و رفت بھی نہ ہونے کے مترادف تھی۔ جمہوریت اور پیسہ آنے جانے والی چیزیں ہیں جس کی پرواکرنا ہماری عوام بہت پہلے سے چھوڑ چکی ہے۔ پرویزی عہد میں میڈیا ''آزاد'' نہ ہوتا تو شاید اب 12 اکتوبر والے دن اتنے زور شور سے تشہیر نہ ہوتی۔ اس مرتبہ نجی ٹی وی چینلو نے گزشتہ برسوں سے بڑھ چڑھ کر 12 اکتوبر 1999ء کو شب خون مارنے کی تشہیر کی۔ جس سے مجھے اتنا فائدہ ضرور ہوا کہ اپنے بھانجے کو جنم دن کی مبارک باد دی جو ویسے یاد نہیں رہ سکتی تھی۔ 12 اکتوبر 1999ء کے شب خون کا ذکر چیف جسٹس صاحب نے بھی ڈسکہ میں اپنے خطاب کے دوران کیا۔ حالانکہ ہم اس سے پہلے بھی جرنیلی ادوار دیکھ چکے ہیں ہر جنرل شب خون مار کر ہی آیا۔ حقیقت یہ ہے کہ نااہل اور کرپٹ سیاسی رہنماء کی بالواسطہ دعوت سے ہی جرنیلوں نے اقتدار پر قبضہ کیا ہے۔ پی پی، لیگی اور فوج باری باری اقتدار کا مزہ لیتی جارہی ہے۔ جہاں تک عوام کا تعلق ہے تو ان کو جمہوریت اور ڈکٹیٹر شپ کسی سے بھی فائدہ نہیں ہوا۔ میاں صاحب جمہوری حکمران بننے کی ہیٹ ٹرک کرنے والے واحد پاکستانی سیاستدان ہیں۔ جمہوریت کی بنیادی تعریف میں یہ چیز بھی شامل ہے کہ عوام اپنے نمائندے ووٹ کے ذریعے خود منتخب کریں۔ کیا حالیہ انتخابات کے طلسمی نتائج دیکھ کر ہم موجودہ حکومت کو خالص جمہوری کہہ سکتے ہیں؟ تجربہ کار باورچی دیگ سے چاولوں کے چند دانے چیک کر کے باقی کا اندازہ لگالیتا ہے۔ حالیہ انتخابات کی شفافیت کا اندازہ لگانے کے لیے بھی چند حلقوں کے ووٹوں کی تصدیق سے دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی ہو جائے گا۔ مگر یہ کرے کون؟ جنھوں نے کیا اور کروایا ہے ان سے تصدیق کا کہا جارہا ہے تو معاملہ سیاہی اور مقناطیسی سیاہی میں الجھا کر ختم کر دیا جائے گا۔ تو ایسی جمہوریت جس کی شفافیت اور (credibility) مشکوک ہو اس پر

کوئی ڈکٹیٹر شب خون مار بھی لے تو عوام کو اتنی پروا نہیں ہوتی۔ جنرل پرویز مشرف نے 12 اکتوبر 1999ء کو میاں نواز شریف کی حکومت کا خاتمہ ضرور کیا تھا مگر حقیقی جمہوریت پر شب خون مارا یہ کہنا درست نہیں۔ 1990ء میں آئی جے آئی کیسے بنی؟ کیوں بنی؟ کس نے کہاں کتنا پیسہ بانٹا؟ اس کا سب سے زیادہ فائدہ کسے ہوا؟ کیا پیسے کے زور پر بننے والی حکومت ''جمہوری'' تھیں؟ 1997ء کے انتخابات کیا شفاف تھے؟ اگر انتخابات کا عمل ہی مشکوک ہو جائے تو اس کے نتیجے میں بننے والی حکومت پر بھی بھروسہ نہیں کیا جا سکتا اور اسے جمہوری حکومت کہنا یا تصور کرنا اپنے آپ کو دھوکہ دینے والی بات ہے۔ ہماری بدقسمتی ہے کہ ضیاء الحق کے آمرانہ دور کے بعد ہمیں آمریت بھی منافقانہ ملی۔ ہم کو شاید خالص یا شفاف چیزیں راس نہیں آتیں جس کا انجام ہم نے 1970ء کے انتخابات میں دیکھ لیا۔

حکمران اشرافیہ، سرمایہ دار اور مذہبی پیشوا یہ ایک ایسی تثلیث ہے جو مل کر صدیوں سے لوگوں کا استحصال کر رہی ہے۔ قرآن پاک میں جن تین بڑے کرداروں کو مطعون قرار دیا گیا ہے ان میں فرعون، قارون اور حامان جو بالترتیب حکمران اشرافیہ، سرمایہ داری اور مذہبی پیشوائیت کی نمائندگی کرتے ہیں۔ یہی ''تثلیث'' تاریخ کے مختلف ادوار میں حکومتی معاملات اور وسائل پر قابض رہی ہے۔ وطن عزیز کی تاریخ پر نظر دوڑائیں تو یہ تینوں کردار پورے کروفر کے ساتھ بالواسطہ یا بلاواسطہ سیاہ و سفید کے مالک بنے ہوئے ہیں۔ جاگیردار، فوجی اسٹیبلشمنٹ، سرمایہ دار، مذہبی اور سیاسی رہنماء سب باری باری عوام کا استحصال کر رہے ہیں جن کی معاونت عدلیہ، سول بیوروکریسی، صحافی اور وکلاء کا ایک گروپ کر رہا ہے۔ بدقسمتی یہ ہے کہ چند ہزار کا ٹولہ اپنے مفادات کے لیے متحد ہو کر کام کر رہا ہے۔ عوام کو بے وقوف بنانے کے لیے کبھی کبھار آپس میں دکھاوے کے اختلافات بھی کر لیتے ہیں۔ اگر ایسی بات نہ ہوتی تو شب خون مارنے والے کو گارڈ آف آنر دے کر رخصت نہ کیا جاتا۔ جن پر شب خون مارا گیا آج ان کی حکومت ہے مگر وہ بھی ہاتھ باندھ کر "Safe Exit" دینے کی بھرپور کوشش میں ہیں مگر ابھی کمبل انہیں نہیں چھوڑ رہا۔ دراصل اندر سے سب ایک مخصوص ایجنڈے پر کام کر رہے ہیں جس کا نام مفادات کی جنگ ہے۔ ہم سب سماجی تبدیلی کے خواہش مند ہیں اور مثبت سماجی تبدیلی لانے کے لیے ہمیں بھی متحد ہو کر جدوجہد کرنا ہو گی۔

چند روز میں آرمی چیف اور چیف جسٹس کے تبدیل ہونے کے بعد حالات نئی کروٹ بھی لے سکتے ہیں۔ شیخ الاسلام طاہر القادری دوبارہ جلوہ گر ہو سکتے ہیں، دوسرے اینڈ سے عمران خان بھی انقلابی باؤنسرز مارتے ہوئے دکھائی دے سکتے ہیں اگر ایسا ہو گیا تو مارشل لاء گھن گرج کیساتھ برس سکتی ہے جس سے سیاسی پچ اتنی گیلی ہو جائے گی کہ میچ ڈرا کرنا پڑے گا۔ کہتے ہیں کہ جھوٹ کے پاؤں نہیں ہوتے مگر جھوٹی جمہوریت کے پاؤں ضرور ہوتے ہیں جو صرف آمروں کو نظر آتے ہیں۔ اسی لیے جب چاہیں جھوٹی جمہوریت کے پاؤں تلے زمین نکال لیتے ہیں۔ پی پی، لیگی یا فوجی کوئی بھی اقتدار سنبھال لے عوام کے لیے کچھ بہتر نہیں ہو گا۔ 12 اکتوبر 1999ء کو دوپہر 2 بجکر 14 منٹ پر لاہور میں پیدا ہونے والا بچہ حسام میر آج ویلنگٹن گرائمر سکول لندن میں زیر تعلیم ہے۔ چودہ برس میں اپنی محنت، ذہانت، بڑوں کی دعاؤں سے وہ اس مقام تک پہنچ چکا ہے جہاں سے روشن مستقبل کی قوی امید کی جا سکتی ہے۔ مگر وطن عزیز میں 12 اکتوبر 1999ء سے لیکر اب تک فوجی، پی پی اور لیگی سب اپنی اپنی باری لے چکے، سب اپنے مفادات حاصل کر کے دوسرے کو باری دیتے گئے مگر غریب عوام کی حالت زار پر کسی نے توجہ نہ دی۔ آج غریب عوام کا نہ حال ہے اور نہ ہی بہتر مستقبل کی امید......!!! شاید ان لوگوں کے لیے شاعر ڈاکٹر طاہر شبیر نے

کہا ہے۔

کچھ رہبر بیٹھ کے محلوں میں مزدور کی باتیں کرتے ہیں

سرمایہ دار وڈیرے سب مزدور کے خون سے پلتے ہیں

ایک اور شعر میں کہتے ہیں کہ

کچھ ایسے وردی والے ہیں

جو ہم پر رعب جماتے ہیں

کچھ مذہب کے رکھوالے ہیں

جو ناحق خون بہاتے ہیں

تحریر: سہیل احمد لون

سربٹن۔سرے

sohailloun@gmail.com

12-10-2013.